

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ توسل

از افادات متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تمہید:

مسئلہ کی تفصیل سے قبل چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

توسل کا لغوی و شرعی معنی:

لغوی معنی:

1: الْوَسِيلَةُ هِيَ فِي الْأَصْلِ مَا يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى الشَّيْءِ وَيُتَقَرَّبُ بِهِ

(النهاية في غريب الاثر لابن الاثير الجزري: ج 5 ص 402)

کہ ”وسیلہ“ دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی (مطلوبہ) چیز کی طرف پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے

2: مصباح اللغات میں ہے:

الوسيلة: تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ

(مصباح اللغات: ص 946)

3: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”توسل“ لغت میں تقرب اور نزدیکی کو کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ

الْوَسِيلَةَ﴾ یعنی اللہ کا قرب حاصل کرو

(ملفوظات حکیم الامت ج 25 ص 123)

شرعی معنی:

شرعاً توسل کا اطلاق ان اقسام پر ہوتا ہے:

توسل بالدعاء:

التوسل --- بدعاء الرجل الصالح المحي الموجود فتقول يا شيخ ادع الله لي ونحو ذلك. كما استسقى الصحابة برسول الله

صلى الله عليه وسلم.

(التوسل المشروع والمنوع: ص 17)

ترجمہ: توسل بالدعاء سے مراد یہ ہے کہ زندہ نیک آدمی کو دعا کی درخواست کرنا کہ حضرت! میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں، جیسا کہ صحابہ رضی

اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی۔

توسل بالاعمال:

هو التقرب إلى الله تعالى بطاعته وعبادته واتباع أنبيائه ورسوله وبكل عمل يحبه الله ويرضاه.

(التوصل الى حقيقة التوسل لمحمد نسيب الرفاعي: ص 13)

ترجمہ: وسیلہ بالاعمال سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت، اس کے انبیاء و رسل کی اتباع اور ہر اس عمل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے جو

اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور اللہ اس سے راضی ہو۔

توسل بالذات:

وان يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم و بأحد من الاولياء العظام جائز بان يكون السؤال من الله تعالى و يتوسل بولييه و نبيه صلى الله عليه وسلم۔

(امداد الفتاویٰ: ج 6 ص 327)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی ولی کی ذات سے وسیلہ کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مانگا تو اللہ تعالیٰ سے جائے لیکن واسطہ ولی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

مندرجہ بالا تین اقسام کے پیش نظر توسل کی شرعی تعریف کچھ یوں ہے:

و التوسل شرعاً هو التقرب إلى الله تعالى بدعاء النبيين و الصالحين و الاولياء و شفاعتهم او بكل عمل يحبه الله و يرضاه من عبادته كالصلاة و الزكوة و الصيام و غير ذلك و اتباع أنبيائه و رسله او بجاه النبيين و الصالحين و بحرمتهم و ببركتهم و بحقهم على الله سبحانه و تعالى سواء كان في حياتهم او بعد وفاتهم

ترجمہ: شریعت میں توسل سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کروا کر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ پسند فرماتا ہے جیسے اس کی عبادت کرنا مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء، رسل کی اطاعت کرنا یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطفیل فلاں، بوسیلہ فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد والی زندگی میں۔

فائدہ:

توسل کی ان تین اقسام میں سے توسل بالدعاء اور توسل بالاعمال اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف [ممانی اور غیر مقلدین] کے ہاں متفق علیہ ہے لیکن توسل بالذات کے اہل السنۃ والجماعۃ تو قائل ہیں البتہ فریق مخالف اس کا منکر ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف کا موقف پیش خدمت ہے:

مذہب اہل السنۃ والجماعۃ:

1: علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی ابن علی السبکی الشافعی [م 756ھ] لکھتے ہیں:

ان التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم جائز في كل حال قبل خلقه و بعد خلقه في مدة حياته في الدنيا و بعد موته في مدة البرزخ (شفاء القمام للسبکی: ص 358)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا ہر حال میں جائز ہے چاہے آپ کی تخلیق سے پہلے ہو، آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی دنیوی زندگی میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی برزخی زندگی میں ہو۔

2: علامہ احمد بن محمد القطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م 923ھ] لکھتے ہیں:

و ينبغي للزائر ان يُكثِرَ من الدعاء و التضرع و الاشتغاث و التشفع و التوسل به صلى الله عليه وسلم

(المواہب اللدنیۃ: ج 3 ص 417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعائے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

3: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م 1176ھ) فرماتے ہیں:

ومن ادب الدعاء تقديم الشناء على الله و التوسل بنبي الله ليستجاب. (حجۃ اللہ البالغۃ ج 2 ص 6)

ترجمہ: اور دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے تاکہ دُعا کو قبولیت کا شرف ہو۔

4: علماء دیوبند کی اجماعی و متفقہ دستاویز ”المہند علی المفند“ میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا متفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

السؤال الثالث والرابع: هل للرجل ان يتوسل في دعواته بالنبي صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا؟ يجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصدقيين والشهداء واولياء رب العالمين ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصدقيين في حياتهم وبعدهم بان يقول في دعائه اللهم اني اتوسل اليك بفلان ان تجيب دعوتي وتقضى حاجتي الى غير ذلك (المہند علی المفند: ص 36، 37)

ترجمہ: تیسرا اور چوتھا سوال: کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعائیں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

5: حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ [م 1362ھ] لکھتے ہیں:

والثالث دعاء الله ببركة هذا المخلوق المقبول وهذا قد جوزة الجمهور الخ

(بوادر النوار: ص 708)

ترجمہ: اور توسل کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔ لہذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک دعائیں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ دینا مستحب، اقرب الی الاجابت اور آداب میں سے ہے۔

مذہب اہل بدعت:

موجودہ دور کے غیر مقلدین اور مماتی حضرات توسل کے منکر ہیں اور اسے ہنود و نصاریٰ کا طریقہ کہا، شرک کے اسباب قرار دیا اور مشرکین کا عقیدہ بتلایا۔ اس کا موقف ان کی چند عبارات میں ملاحظہ ہو:

غیر مقلدین حضرات کی عبارات:

1: سید طالب الرحمن صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

کسی فوت شدہ نبی یا ولی کا وسیلہ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ عمل صالح نہیں۔ (آئیے عقیدہ سیکھیے: ص 159)

2: محمود احمد میرپوری صاحب غیر مقلد وسیلہ بالذات کو غیر مشروع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسیلہ کا یہی وہ غیر مشروع طریقہ ہے جو انسان کو شرک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (فتاویٰ صراط مستقیم: ص 70)

3: محمد رئیس ندوی صاحب نے توسل بالذات کے بارے میں جس قسم کی زبان استعمال کی اور قائلین توسل پر جو گالیوں کی بوچھاڑ کی وہ صرف

انہی کا حصہ ہے۔ گالیاں دیتے دیتے موصوف نے توسل کی اس قسم کو مشرکانہ توسل، دعویٰ مذکورہ و قبیحہ، حرام وغیرہ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی

ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ از رئیس ندوی: ص 856 تا 872)

مماتی حضرات کی عبارات:

1: محمد حسین نیلوی صاحب اپنی کتاب ”ندائے حق“ میں لکھتے ہیں:

دراصل یہ مسئلہ (توسل) ہنود و نصاریٰ سے چلا آ رہا ہے۔ (ج 2 ص 349 عنوان: مسئلہ وسیلہ بالذوات والاموات کا اصل ماخذ)

2: محمد طاہر صاحب پنچپیری کی کتاب ”البصائر مصنفہ مولوی حمد اللہ الداجوی“ کے حاشیہ میں ہے:

تاکلین توسل اور پہلے دور کے مشرکین کا عقیدہ ایک جیسا ہے۔ (حاشیہ البصائر: ص 237)

3: عطاء اللہ بندیا لوی صاحب لکھتے ہیں:

اسلام میں وسیلہ کا کوئی ثبوت نہیں، جواز وسیلہ پر کوئی ایک آیت، حدیث یا صحابی کا عمل موجود نہیں۔ لہذا وسیلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

(وسیلہ کیا ہے؟: 41، 42، 46، 64)

ایک مقام پر توسل کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور وہ پاگل اپنے درخواست پیش کرنے کے لیے مخلوق میں سے وسیلوں اور واسطوں کو ڈھونڈتا پھرے۔ (شکر کیا ہے: ص 19)

4: میاں محمد الیاس صاحب محمد طاہر پنچ پیری صاحب کی ایک تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مولانا کی پہلی مطبوعہ تصنیف ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع ”توسل و وسیلہ“ ہے جو کہ پورے ہندوستان میں عام ہے

اور شرک کے بنیادی اسباب میں سے ہے۔ (مولانا طاہر کی خدمات: ص 194)

توسل بالذات کا ثبوت:

حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ذاتوں سے توسل کرنے کا جواز کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

اجماع امت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرنے کا جواز عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔

عقلاً ثبوت:

1: اعمال کا وسیلہ تو مسلم ہے حتیٰ کہ فریق مخالف بھی اس کا قائل ہے۔ اعمال فرع ہیں اور ذات اصل ہے۔ بالفاظ دیگر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج

وغیرہ اعمال فرع ہیں اور ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلنے والے اعمال کا نام ”دین“ ہے۔

جب اعمال اور فرع کا وسیلہ جائز ہے تو ذات پیغمبر اور اصل کا وسیلہ بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا۔ نیز اعمال خود نہیں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اعمال ہمیں نہ ملتے۔ تو وہ اعمال جن کے وسیلے کے تم قائل ہو ان کا وسیلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

ہے۔

2: اعمال صالحہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے نعمت ہیں، ان کا وسیلہ جائز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام و صالحین حضرات خصوصاً آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام نعمتوں کا سرچشمہ بلکہ نعمت کبریٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (آل عمران: 64)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا۔

تو جب چھوٹی نعمتوں (اعمال صالحہ وغیرہ) سے توسل کرنا جائز ہے تو بڑی نعمتوں (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اور دیگر انبیاء

علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم) سے توسل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز اور درست ہو گا۔

3: اعمال صالحہ چونکہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان سے توسل جائز ہے تو انبیاء علیہم السلام ان سے بڑھ کر تقرب کا ذریعہ ہیں۔ وجہ

یہ ہے کہ اگر ایمان نہ ہو تو اعمال صالحہ سے قرب خداوندی نہیں ملتا اور اگر ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی ہوں تو اعمال صالحہ سے اتنا قرب خداوندی

نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

اول کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [سورۃ الزمر: 65]

کہ اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے سارے اعمال غارت جائیں گے اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

ثانی کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا أحدا من أصحابي فإن أحداكم لو أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه

(صحیح مسلم: ج 2 ص 310 باب تحریم سب الصحابہ)

کہ میرے صحابہ کی شان میں نازیبا کلمہ نہ کہنا اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے اور یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایک جو مٹھی بھر جو خرچ کریں تو تمہارا احد پہاڑ کے برابر سونا ان کی مٹھی بھر جو کے برابر نہیں۔

مٹھی بھر جو خرچ کرنا چھوٹا عمل ہے، احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا بڑا عمل ہے۔ اب یہاں احد پہاڑ کی مثل سونا مٹھی بھر جو کے برابر اس لیے نہیں کہ مٹھی بھر جو کو ذات پیغمبر کی صحبت ملی ہے اور ہمارے احد پہاڑ کی مثل سونے کو ذات پیغمبر کی صحبت نہیں ملی۔ ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ سے اتنا قرب خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

کتاب اللہ سے توسل کا ثبوت:

پہلی آیت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَكَاؤُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (سورۃ البقرہ: 89)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1239ھ) لکھتے ہیں:

ابو نعیم اور بیہقی اور حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے جس وقت ساتھ بت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور عدرہ کے جنگ کرتے تھے، مغلوب ہو جاتے اور شکست کھاتے، لاچار ہو کر طرف دانشمندوں اور کتاب اپنے کے رجوع کیا انہوں نے بعد تامل بسیار کے، یہ دعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں، پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے، دعا یہ ہے:

اللهم ربنا انا نسألك بحق احمد النبي الامي الذي وعدتنا ان تخرجه لنا في آخر الزمان وبكتابك الذي تنزل عليه

آخر ما ينزل ان تنصرنا على اعدائنا۔

(تفسیر عزیزی: ج 2 ص 581)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ [م 1270ھ] لکھتے ہیں:

وہ لوگ یہ دعا کرتے تھے:

اللهم انا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا. (روح المعاني: ج 1 ص 320)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس رسول کے حق اور وسیلے سے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

شیخ ابو محمد عبدالحق حنفی دہلوی رحمہ اللہ (م 1336ھ) لکھتے ہیں:

مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوئے تو اپنے علماء کی تعلیم سے دعا کیا کرتے تھے: اللھم ربنا انا نسالك بحق احمد النبی الاهی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما ی نزل ان تنصرنا علی اعدائنا کہ الہی ہم کو برکت نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور برکت قرآن مجید کے ہمارے دشمنوں پر فتح یاب کر۔

(تفسیر حنفی: ج 1 ص 510)

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م 1394ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

حالانکہ نزول قرآن اور آپ کی بعثت سے پہلے ہی لوگ کافر اور بت پرستوں کے مقابلہ میں آپ کے نام کی برکت سے فتح و نصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دعا مانگتے:

اللھم ربنا انا نسالك بحق احمد النبی الاهی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما نزل ان تنصرنا علی اعدائنا۔

(تفسیر معارف القرآن کاندھلوی: ج 1 ص 233)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلے سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہود مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے۔

اعتراض:

اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ توسل بالذات یہود کا طریقہ تھا اور یہی کچھ ممانی حضرات کہتے ہیں۔

جواب:

اولاً۔۔۔ اصول الفقہ کی مشہور کتاب ”نور الانوار“ میں ملا جیون (م 1130ھ) فرماتے ہیں:

شراعیع من قبلنا شریعتنا مالہم تنسخ

(نور الانوار: ص 227 بحث الفرق بین الہام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ)

ترجمہ: ہم سے پہلی شریعتیں جب تک منسوخ نہ ہو جائیں تو انہیں بھی ہماری شریعت سمجھا جائے گا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ (م 1270ھ) فرماتے ہیں:

مذہبنا فی شرع من قبلنا وإن کان إناہ یلزمنا علی أنه شریعتنا لکن لا مطلقاً بل إن قصہ اللہ تعالیٰ علینا بلا إنکار

(روح المعانی: ج 8 ص 239 تحت سورة کف آیت 21)

ترجمہ: پہلی شریعتوں کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بغیر انکار کے ہمیں بیان فرمادیں تو ہمارے لیے بھی ان کا حکم ثابت ہو گا۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں توسل بالذات سے منع نہیں آیا بلکہ اس کا اثبات منقول ہے جیسا کہ آگے دلائل میں آرہا ہے۔ لہذا

اس آیت سے توسل کا جواز ثابت ہوا۔

ثانیاً۔۔۔ اگر اسی شبہ پر توسل بالذات کا انکار کر دیا جائے کہ یہ پہلی شریعتوں کا مسئلہ ہے تو ہم ان منکرین سے پوچھتے ہیں کہ توسل بالاعمال کے آپ بھی تو قائل ہیں اور اس پر جو اصحاب الغار والا واقعہ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی اس امت کے اولیاء نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل کے اولیاء تھے، تو پھر اس کا انکار کر دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے توسل کا تذکرہ کیا اور تردید نہیں فرمائی تو وہ اب ہماری شریعت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الغار والی حدیث بیان فرمائی اور تردید نہیں فرمائی تو وہ بھی ہماری شریعت ہے۔

دوسری آیت:

وَأَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (سورة النساء: 64)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

اس آیت میں دو چیزیں ہیں:

1: ان لوگوں کا اپنا استغفار 2: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار

اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے استغفار پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا بھی ذکر کیا۔ تو جس طرح ان کے اپنے استغفار کا ذکر کیا درمیان میں پیغمبر کی ذات کو بھی ذکر کیا۔ پیغمبر کو شامل کرنے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾ ہے کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اگر صرف استغفار ہی کافی تھا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ عام استغفار کے قبول ہونے میں ان لوگوں کی ذات کو دخل ہے لیکن وہ استغفار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے قریب آکر کیا جائے اس کی قبولیت میں ذاتِ نبوت کو دخل ہے ورنہ ﴿جَاءُوكَ﴾ ذکر نہ فرماتے۔

امام مالک بن انس المدنی (م 179ھ) اسی آیت سے جوازِ وسیلہ پر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعوا ام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ فقال: ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؛ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله. قال الله تعالى: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية. (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ج 2 ص 26 الباب الثالث في تعظيم امره و وجوب توقيره)

ترجمہ: میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م 756ھ) اس آیت کو توسل بالذوات کی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاحاديث والآثار في ذلك اكثر من ان تحصر، ولو تتبعتها لوجدت منها الوفاً، ونص قوله تعالى: ﴿وَأَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآية صريح في ذلك. (شفاء السقام: ص 376 الباب الثامن في التوسل و

لاستغاثته و التشفع بالنبي صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: توسل بالذوات کے بارے میں احادیث و آثار شمار سے باہر ہیں، اگر آپ ان کو جمع کریں تو ان کی تعداد ہزاروں میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَخَفَّ تَوْسَلُ بِالذَّوَاتِ كَمَا جَازَىٰ فِي نَصِّ صَرِيحٍ هُوَ۔

تیسری آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ الْإِلَهِيَّةَ

(سورة المائدة: 35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے:

لقد علم المحفوظون من أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أن ابن أم عبد الله من أقربهم إلى الله وسيلة

(المستدرک علی الصحیحین: ج 3 ص 37 کتاب التفسیر تحت سورة المائدة)

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ حضرات نے جان لیا کہ ابن ام عبد اللہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود) وسیلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب ان حضرات میں سے اقرب اشخاص میں ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) لکھتے ہیں:

والوسيلة بعبومها تشتمل التوسل بالأشخاص، والتوسل بالأعمال... أما شمول الوسيلة في الآية المذكورة للتوسل

بالأشخاص فليس برأي مجرد ولا هو بماخوذ من العبوم اللغوي فحسب بل هو المأثور عن عمر الفاروق رضي الله عنه الخ

(مقالات الكوثری: ص 286)

ترجمہ: اس آیت میں لفظ ”الوسيلة“ عموم کے پیش نظر ذاتوں کے وسیلہ کو بھی شامل ہے اور اعمال کے وسیلہ کو بھی۔۔۔ آیت مذکورہ میں وسیلہ کا توسل بالاشخاص کو شامل ہونا محض رائے سے نہیں اور نہ ہی لفظ کے عموم لغوی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الخ۔

آگے علامہ کوثری رحمہ اللہ نے کئی ایک آثار ذکر فرمائے ہیں جن سے توسل بالاشخاص ثابت ہوتا ہے۔

وسیلہ ذوات و اعمال دونوں کو اس لئے شامل ہے کہ وسیلہ سے مراد ”قربت“ ہے، جیسا کہ عامہ مفسرین نے فرمایا ہے۔

(دیکھیے تفسیر الدر المنثور، تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین وغیرہ)

چوتھی آیت:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(سورة الانفال: 33)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م 279ھ) نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر

میری امت کے لئے دو امانتیں نازل فرمائیں:

{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ} {وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ} إذا مضيت تركت فيهم الاستغفار إلى

يوم القيامة. (جامع الترمذی: ج 2 ص 139 ابواب التفسیر، تحت تفسیر سورة الانفال)

ترجمہ: ایک امانت یہ آیت: ”اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے“ اور دوسری یہ آیت: ”اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں“۔ پس جب میں (دنیا) سے چلا جاؤں گا تو ان میں استغفار کو قیامت تک کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

عذاب سے بچنے کے دو سبب اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک سبب پہلے حصہ میں وارد الفاظ: ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اس وقت تک عذاب نہ آئے گا اور دوسرا سبب ان الفاظ: ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو یہاں پہلا جملہ ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ ذوات کے بیان کے لئے ہے اور دوسرا جملہ ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ اعمال کے بیان کے لئے ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ذوات کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اعمال کا بھی جائز ہے۔

احادیث مبارکہ سے توسل کا ثبوت:

حدیث نمبر 1:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ حُمَيْرَ بْنَ الْمُخَطَّبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَطَّعُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِبَيْتِنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح البخاری: ج 1 ص 137 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قَطَّعُوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیراب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیراب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

اعترض:

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ دیا ہے۔ اگر اموات کا وسیلہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ ذات کا وسیلہ نہ دیا جاتا۔

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات سے توسل کرنے کی یہ وجوہات ہیں:

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ سے یہ بتانا چاہتے تھے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا توسل جائز ہے اسی طرح غیر الانبیاء کا توسل بھی جائز ہے۔

2: یہ بتانا مقصود تھا کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صورتیں ہیں، ایک بذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری توسل باہل قرابت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

3: یہ بتانا مقصود تھا کہ غیر انبیاء علیہم السلام کا توسل بھی رحمت و برکت کا باعث ہے۔

4: انسانی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ محسوس، موجود اور مبصر پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ جیسے اگر کوئی آدمی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا رہا ہو تو اس کو سلام پہنچانے کا واسطہ بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ سلام تو فرشتے بھی پہنچاتے جن کی رفتار بھی تیز ہے اور سلام پہنچانا بھی یقینی ہے۔ اسی لیے بتقاضائے انسانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا توسل لیا۔

رہا معترض کا یہ کہنا کہ ”وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں“ بلا دلیل و حجت ہے۔ اس لیے کہ:

- 1: یہ دعویٰ نہ دلالت النص سے ثابت ہے، نہ عبارت النص سے، نہ اشارۃ النص ہے نہ اقتضاء النص سے۔
- 2: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات سے توسل لینے میں تو توسل بالاموات کا اثبات ہوتا ہے کہ نہ انکار۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ”اللھم انا نتوسل الیک بنبیا فتسقینا“ اور یہ ضابطہ ہے کہ صحابی کے اس قول ”کذا نفعک کذا“ (ہم ایسا کیا کرتے تھے) کا مطلب یہ کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس قول کے وقت تک ہمارا یہی عمل ہے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اس وقت تک (یعنی قحط والے سال تک) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ دیتے آئے ہیں۔ اب اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی آپ کی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد والی زندگی دونوں کا زمانہ شامل ہے۔ لہذا اس سے توسل بالاحیاء بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا۔

- 3: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے ”وانا نتوسل الیک بعمہ نبینا“ یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جو نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے یعنی ”عم“ (چچا) والی نسبت کو ذکر کیا ہے پھر وسیلہ مانگا ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ نہیں بلکہ اس عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ مانگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات درمیان میں آتی ہے۔

فائدہ:

یہ جوابات اور موقف حضرات اکابر کی عبارات اور تصریحات سے واضح ہوتا ہے جنہوں نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے، ذیل میں ان مستدللین حضرات پیش خدمت ہیں:

مستدللین:

- 1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يري للعباس ما يري الولد للوالد فاقتدوا أيها الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم في عمه العباس واتخذوه وسيلة إلى الله وفيه فمأبر حوا حتى سقاهم الله

(فتح الباری: ج 2 ص 641 باب سوال الناس الامام الاستفتاء اذا قحطوا)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ایسا تھا جیسا اولاد کی نظر میں والد ہوتا ہے، اس لیے اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔“ ابھی دعا مانگ رہے ہوتے کہ دعا کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

- 2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

”ف: مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توجواز توسل ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہو گا؟

(الکنش: ص 675 بعنوان: غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے)

- 3: شیخ الاسلام شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان قول الصحابی: ((كنا نفعَل كذا)) يَنْصَبُّ عَلَى مَا قَبْلَ زَمَنِ الْقَوْلِ فَيَكُونُ الْمَعْنَى أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا يَتَوَسَّلُونَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ حَلْقِهِ بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى إِلَى عَامِ الرَّمَادِ وَقَصَرَ ذَلِكَ عَلَى مَا قَبْلَ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَقْصِيرًا عَنْ هَوَى وَتَحْرِيفًا لِلنَّصِّ وَتَأْوِيلًا بَدُونِ دَلِيلٍ

(مقالات الكوثري: ص 287)

ترجمہ: صحابی کے اس قول کا کہ ((كنا نفعَل كذا)) ہم ایسا کیا کرتے تھے [مطلب یہ ہے کہ یہ فعل اس قول کے وقت سے پہلے والے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول (إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ) کا مطلب یہ ہو گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل آپ علیہ السلام کی حیات میں اور آپ علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد سے لے کر قحط والے سال تک کرتے رہے ہیں۔ اس توسل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل والے زمانے (یعنی صرف حیاتِ دنیوی جو وفات سے پہلے وہ زمانہ ہے) کے ساتھ خاص کرنا خواہشات کی پیروی، نصوص میں تحریف اور بلا دلیل تاویل کرنے کے مترادف ہے۔

4: شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1394ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات صحابہ کا بعد وصال نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیامہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استفتاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ بعد وصال کے حضور سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو دلالت النص و عبارت النص یا اشارۃ النص و اقتضاء النص کے طریق سے کسی طریقہ سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو خود اس واقعہ میں بھی توسل بسید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم تھا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ((اللَّهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَجْمِ نَبِيِّكَ وَصِنْوِ أَبِيهِ)) یہاں بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے توسل تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کے لئے آگے کیا تھا۔

(امداد الاحکام: ج 1 ص 133)

5: فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1422ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بعض حضرات نے جواز توسل کی تخصیص بالاحیاء کا دعویٰ کیا ہے جو صحیح نہیں، جب توسل ثابت ہو گیا تو احیاء و اموات میں ماہ الفرق کیا ہے؟ اگر کچھ فرق تسلیم کر لیا جائے تو مسئلہ برعکس ہونا چاہیے کیونکہ زندہ انسان تغیر احوال سے مامون نہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ کسی کی اقتداء کرنا چاہو تو میت کی اقتداء کرو:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مَنْ كَانَ مُسْتَنًا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدَّمَاتِ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تَوَمَّنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ الْحَدِيثُ رَوَاهُ

رزین (مشکوٰۃ: ص 32)

پس جب باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم توسل بالحي کا استحباب ثابت ہوا تو توسل بالمیت بطریق اولیٰ مستحب ہو گا۔ علاوہ ازیں دلیل اول، ثالث اور رابع توسل بالمیت کے باب میں صریح ہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں

توسل کیا؟ سو اس کی چند توجیہات ہو سکتی ہیں:

۱: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کے ساتھ آپ کی دعا بھی مقصود تھی۔

۲: اس پر تنبیہ مقصود تھی کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صورتیں ہیں: ایک توسل بذاتہ دوسری توسل باہل قرابتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳: یہ بتانا مقصود تھا کہ توسل بغیر الانبیاء علیہم السلام من الاولیاء والصلحاء بھی باعث برکت و جالب رحمت ہے۔

۴: طبع انسانی اپنے اندر موجود محسوس مبصر شخص پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجنے اور دعا کی درخواست پہنچانے میں انسانی وسائط کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ ملائکہ کا واسطہ انتہائی سریع ہونے کے ساتھ انتہائی قوی بھی ہے، نہ ادائے امانت میں غفلت کا خطرہ، نہ نسیان کا اندیشہ۔

(احسن الفتاویٰ: ج 1 ص 334، 335)

حدیث نمبر 2:

عن عثمان بن حنیف: أن رجلاً ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله لي أن يعافيني. فقال (إن شئت أخرجت لك وهو خير. وإن شئت دعوت) فقال ادعه. فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه. ويصلي ركعتين. ويدعو بهذا الدعاء (اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بمحمد نبي الرحمة. يا محمد إني قد توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضي. اللهم فشققه في) (سنن ابن ماجه: ص 99 باب صلوة الحاجه، مسند احمد بن حنبل: ج 13 ص 315 رقم الحديث 17175، المعجم الصغير للطبراني: ص 183 من اسمه طاهر، التاريخ الكبير للبخاري: ج 6 ص 56 رقم الترجمة 2191)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اللہ سے میرے لئے عافیت اور تندرستی کی دعا مانگیے۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو آخرت کے لئے دعا مانگوں، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور چاہو تو (ابھی) دعا کروں؟ اس نے عرض کیا: دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ نَبِيَّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتَقْضِيَ اللَّهُمَّ شَفِّعَهُ فِيَّ [اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد! میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرمائیجئے۔]

صحیح حدیث:

(1) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (م 273ھ) نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

قال أبو إسحاق هذا حديث صحيح

(سنن ابن ماجه: ص 99 باب صلوة الحاجه)

ترجمہ: ابو اسحاق نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(2) امام ابو عیسیٰ ترمذی (م 279ھ) فرماتے ہیں:

هذا حديث حسن صحيح

(جامع الترمذی: ج 2 ص 198، ابواب الدعوات)

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(3) امام ابو عبد اللہ الحاکم (م 405ھ) اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

(المستدرک للحاکم: ج 1 ص 621 دعاء رد البصر رقم الحديث 1221)

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو تخریج نہیں کیا۔

(4) ناصر الدین البانی غیر مقلد (م 1420ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

صحیح. (جامع الترمذی باحکام الالبانی: رقم الحدیث 3578)

کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(5) مولانا حبیب الرحمن الاعظمی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسناد صحیح. (صحیح ابن خزيمة: ج 2 ص 225 باب صلاة الترغيب والترهيب)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

مستدرکین:

1: قاضی محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) لکھتے ہیں:

وفي الحديث دليل على جواز التوسل برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الله عز وجل مع اعتقاد أن الفاعل هو الله

سبحانه وتعالى

(تحفة الذاكرين: ص 208)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل پکڑنا جائز ہے، لیکن اعتقاد یہ ہو کہ فاعل (و مختار) ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعائیں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔“ (نشر الطیب: ص 240 اڑتیسویں فصل)

3: مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (م 1372ھ) توسل کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اکثر جواز کے قائل ہیں۔۔۔ اللهم اني اتوجه اليك بنبيك نبي الرحمة الخ احديث في موجود، مذکور ہے جو جواز کے لئے دلیل ہے۔

(کفایت المفتی: ج 2 ص 85)

اعترض:

اس روایت کی سند میں راوی ”ابو جعفر“ سے مراد ”ابو جعفر عبد اللہ بن مسور المدائنی“ ہے جو ضعیف بلکہ وضاع ہے۔

جواب نمبر 1:

یہاں ابو جعفر سے مراد ”ابو جعفر عمیر بن یزید الانصاری الخطمی المدنی“ ہے۔

1: امام ابو بکر احمد بن محمد المعروف بابن السنن (م 364ھ) نے یہی حدیث نقل کی جس میں ”الخطمی“ کی صراحت ہے: عن أبي جعفر

المدنی وهو الخطمی

عمل الیوم واللیلة: رقم الحدیث 627

2: مسند احمد کے بھی ایک طریق میں الخطمی کی صراحت ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عَنْ حَمَّارَةَ بِنْتِ حُزَيْمَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ

حَنْبَلٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

مسند احمد: رقم الحدیث 17242

3: أخبرنا حمزة بن العباس العقبي ببغداد ثنا العباس بن محمد الدوري ثنا عون بن عمارة البصري ثنا روح بن القاسم عن أبي جعفر الخَطِيبِ عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف رضي الله عنه أن رجلا ضيرير البصر [الحديث] المستدرک للحاکم: ج 2 ص 213 رقم 1972

4: أخبرنا أبو محمد عبد العزيز بن عبد الرحمن بن سهل الدباس بمكة من أصل كتابه ثنا أبو عبد الله محمد بن علي بن زيد الصائغ ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد الحبطي حدثني أبي عن روح بن القاسم عن أبي جعفر المديني وهو الخَطِيبِ عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وجاءه رجل ضيرير فشكا إليه ذهاب بصره [الحديث]

المستدرک للحاکم: ج 2 ص 213 رقم 1973

5: عن روح بن القاسم عن أبي جعفر الخَطِيبِ المديني [الحديث]

المعجم الصغير للطبراني: رقم الحديث 508

6: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ترمذی مطبوعہ مصر میں ”وہو الخَطِيبِ“ کے الفاظ ہیں اور ہندی نسخہ میں غالباً کتابت کی غلطی کی وجہ سے لفظ ”غیر“ زائد ہو گیا۔

تسکین الصدور: ص 432

چنانچہ المکتبۃ الشاملۃ میں موجود ترمذی کے نسخہ میں ”وہو الخَطِيبِ“ کی صراحت ہے۔

جامع الترمذی: رقم 3578 المکتبۃ الشاملۃ

7: وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حدیث أبي جعفر وهو غیر الخَطِيبِ

ہكذا وقع في الترمذی وسائر العلماء قالوا هو أبو جعفر الخطيب وهو الصواب.

القاعدة الجلیلیۃ فی التوسل والوسیلۃ لابن تیمیہ: ج 2 ص 202

جواب نمبر 2:

اس روایت کی اسناد درج ذیل ہیں:

سند نمبر 1:

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا عثمان بن عمر حدثنا شعبة عن أبي جعفر عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن

حنيف

جامع الترمذی: رقم 3578

سند نمبر 2:

حدثنا محمد بن بشار و أبو موسى قالا حدثنا عثمان بن عمر نا شعبة عن أبي جعفر المديني قال سمعت عمارة بن خزيمة

يحدث عن عثمان بن حنيف. صحیح ابن خزيمة: رقم 1219

سند نمبر 3:

حَدَّثَنَا رُوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ بْنَ ثَابِتٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَنْبَلٍ

مسند احمد: رقم الحديث 17242

سند نمبر 4:

أخبرنا أبو محمد عبد العزيز بن عبد الرحمن بن سهل الدباس بمكة من أصل كتابه ثنا أبو عبد الله محمد بن علي بن زيد الصائغ ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد الحبطي حدثني أبي عن روح بن القاسم عن أبي جعفر المدني وهو الخطيب عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف

المترک للحاکم: ج 2 ص 213 رقم 1973

سند نمبر 5:

أخبرني زكريا بن يحيى قال حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثني أبي عن أبي جعفر عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه

السنن الكبرى للنسائي: ج 6 ص 169 رقم 10420

سند نمبر 6:

أخبرنا محمد بن معمر قال حدثنا حبان قال حدثنا حماد قال أخبرنا جعفر [و الصوب ابو جعفر] عن عمارة بن خزيمة عن عثمان بن حنيف

السنن الكبرى للنسائي: ج 6 ص 168 رقم 10419

الحاصل ان روايات میں امام ابو جعفر الخطمی کے اساتذہ یہ ہیں:

1: عمارہ بن خزیمہ 2: ابو امامہ

اور شاگرد یہ ہیں:

1: شعبہ 2: روح بن قاسم 3: هشام 4: حماد بن سلمة

کتب اسماء الرجال میں ان حضرات کا شمار امام ابو جعفر المدنی الخطمی کے اساتذہ اور شاگردوں میں کیا گیا ہے نہ کہ ابو جعفر عبد اللہ بن مسور المدائنی کے اساتذہ و شاگردوں میں۔

عن ابی جعفر المدینی سمع عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج 6 ص 210

عن ابی جعفر یزید بن عمیر أو عمیر بن یزید عن ابی امامة بن سهل رضی الله عنه عن عمه

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج 6 ص 210

عن روح بن القاسم: عن ابی جعفر المدینی عن ابی امامة بن سهل بن حنيف: عن عمه عثمان ابن حنيف رضی الله عنه

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج 6 ص 210

أبو جعفر الخطیبی اسمه عمیر بن یزید... یروی عن أبیه وسعید بن المسیب روى عنه شعبة وحماد بن سلمة

کتاب الثقات لابن حبان رقم الترجمة 10028

عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب بن خماشة أبو جعفر الخطیبی بصری ولجده صحبة روى عن أبیه عن جدة وعن ابن المسیب ومحمد بن کعب وروی هو عن جدة ایضاً روى عنه حماد بن سلمة سمعت ابی یقول ذلك قال أبو محمد وروی عنه شعبة بن الحجاج وهشام الدستوائی وروح بن القاسم

الجرح والتعديل للرازی ج 6 ص 379 رقم الترجمة 2099

اللہ الذی یحبی وبیمیت وهو حی لا یموت اغفر لآئی فاطمة بنت أسد ولقنتها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیک
والأنبیاء الذین من قبلی فإنک أرحم الراحمین

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج 10، ص 337 رقم الحدیث 20324)

ترجمہ: اللہ کی ذات وہ ہے جو زندہ بھی کرتی ہے اور مارتی بھی ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کو اس کی حجت (دلیل) سکھا دے (تاکہ وہ فرشتوں کو جواب دے سکے) اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے اس حق کے وسیلے سے جو تیرے نبی کا (یعنی میرا) تجھ پر ہے اور جو ان انبیاء علیہم السلام کا ہے جو مجھ سے پہلے ہیں۔

تصحیح الحدیث:

امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں روح بن صلاح ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مقالات کوثری: ص 380)

استدلال:

علامہ کوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفیه التوسل بذوات الانبیاء الذین انتقلوا الی الدار الآخرة

(مقالات کوثری: ص 380)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا توسل جائز ہے۔
وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس میں "والأنبیاء الذین من قبلی" وہ انبیاء جو مجھ سے پہلے ہیں [کے الفاظ ہیں جو مذکورہ توسل پر واضح دلیل ہیں۔

حدیث نمبر 4:

امام ابو عبد اللہ الحاکم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اقدرت آدم الخطیئة قال یارب أسألك بحق محمد لما غفرت لی فقال الله: یا آدم و کیف عرفت محمدا ولم أخلقه؟
قال: یارب لأنک لما خلقتنی بیدک و نفعت فی من روحک و رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضيف الی اسمک إلا أحب الخلق فقال الله: صدقت یا آدم إنه لأحب الخلق إلی أذعنی بحقه فقد غفرت
لک ولولا محمد ما خلقتک

(المستدرک للحاکم: ج 3 ص 517 باب استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، المعجم الصغیر للطبرانی: ص 82، ص 83)

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہم السلام سے خطا صادر ہو گئی (یعنی وہ امر صادر ہو گیا جسے اس حدیث میں خطا سے تعبیر کیا گیا ہے) تو آپ نے عرض کی: اے رب! میں تجھ سے حق محمدی کے وسیلے سے اپنی بخشش مانگتا ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انہیں ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا: اے رب! یہ اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی جانب سے روح مبارک کو مجھ میں ڈالا، میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر ((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) لکھا ہوا دیکھا، تب میں نے جان لیا کہ تو اپنے پاک نام کے ساتھ کسی کے نام کا اضافہ نہیں فرماتا مگر اس ذات گرامی کے نام نامی کا اضافہ فرماتا ہے جو مخلوقات میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، بے شک وہ مخلوقات میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اسی کے وسیلے سے مجھ سے دعا کیجیے۔ میں نے تجھے بخش دیا ہے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔

تصحیح حدیث:

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ہذا حدیث صحیح الإسناد

(المستدرک للحاکم: ج3 ص517 باب استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس سے توسل بالذات کا ثبوت ہوا۔ واللہ الحمد

حدیث نمبر 5:

امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد البصری (م230ھ) نے روایت نقل کی ہے:

عن سلیم بن عامر الجبائری أن السماء قطعت فخرج معاوية بن أبي سفيان وأهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال أين يزيد بن الأسود الجرشى قال فنأداه الناس فأقبل يتخطى فأمره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك يزيد بن الأسود الجرشى يا يزيد ارفع يديك إلى الله فرفع يزيد يديه ورفع الناس أيديهم فما كان أو شك أن ثارت سحابة في المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يصلون إلى منازلهم

(طبقات ابن سعد: ج7 ص444 تحت: مائة رجل وسبعة نفر)

ترجمہ: سلیم بن عامر الجبائری سے روایت ہے کہ آسمان سے پانی برسا بند ہو گیا، تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور اہل دمشق بارش کی دعا کرنے نکلے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن اسود رضی اللہ عنہ جرشى کہاں ہیں؟ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے انہیں پکارا، تو وہ آگے بڑھتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم فرمایا تو وہ منبر پر چڑھے اور نیچے کی طرف بیٹھے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشى کی ذات کو پیش کرتے ہیں، اے یزید! آپ اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب اٹھائیں، حضرت یزید بن اسود نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھایا۔ جلد ہی مغرب کی جانب ایک بادل اٹھا اور اسے ہوالے (کرہاری جانب) اڑی، تب (بارش ہوئی اور) ہم لوگ ایسے سیراب ہوئے کہ لوگوں کا اپنے مکانوں تک پہنچنا تقریباً دشوار ہو گیا۔

مستدرکین:

(1) امام ابواسحاق ابراہیم بن علی (م476ھ) نے اس روایت کو ”المہذب“ کے ”باب الاستسقاء“ میں روایت کر کے استدلال کیا ہے۔

(المہذب مع شرحه المجموع: ج6 ص100)

(2) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م676ھ) نے اس واقعہ کو ثابت اور مشہور مانتے ہوئے امام ابواسحاق ابراہیم بن علی کی تائید کی ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ج6 ص101)

مذکورہ احادیث و آثار سے واضح ہوا کہ ذوات سے توسل کرنا جائز ہے۔

حدیث نمبر 6:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م360ھ) نے ایک روایت نقل کی ہے:

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف: أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله عنه في

حاجة له فكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر في حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصلي فيه ركعتين ثم قل اللهم اني أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة

(المعجم الصغير للطبراني: ص 183 من اسمه طاهر)

ترجمہ: ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے سلسلے میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (غالباً کسی مصروفیت کی وجہ سے) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ ہی اس کی حاجت براری کرتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس بات کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ: اللہم انی أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة [اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیله محمد صلی اللہ علیہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمتہ ہیں]

اس روایت کے آخر میں تصریح ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا اور دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم و

تکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کر دیا۔

تصحیح حدیث:

1: امام طبرانی (م 360ھ) فرماتے ہیں:

والحدیث صحیح

(المعجم الصغير للطبراني ج 1 ص 184)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

2: علامہ منذری رحمہ اللہ (م 656ھ) بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب: ج 1 ص 272 الترغیب فی صلاة الحاجة ودعاها)

3: علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (م 974ھ) فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی بسند جيد

(حاشیہ ابن حجر المکی علی الايضاح فی المناسک للنووی: ص 500)

ترجمہ: اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند جيد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ:

یہ واقعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے۔ حضرت عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ اس دور میں یہ دعا سکھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل سکھا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ توسل بعد الوفات بھی جائز ہے۔

بجہ اللہ تعالیٰ ان دلائل سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذوات سے توسل کرنا ثابت ہو گیا۔ واللہ الحمد

توسل کا ثبوت اجماع سے:

اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے توسل جائز ہے۔

دلیل نمبر 1:

جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا فَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِبَيْتِنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح البخاری: ج 1 ص 137 باب سوال الناس الامام الاستفتاء اذا تحطوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیراب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیراب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم

سے فرمایا:

واتخذوه وسيلة إلى الله

(فتح الباری: ج 2 ص 641 باب سوال الناس الامام الاستفتاء اذا تحطوا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس قول و فعل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہیں کیا۔ گویا اس پر اجماع و اتفاق کر لیا۔
دلیل نمبر 2:

اسی طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے ہوئے بارش کی دعا کی:

اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشى

(طبقات ابن سعد: ج 7 ص 444 تحت: مائة رجل وسبعة نفر)

ترجمہ: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشى کی ذات کو پیش کرتے ہیں۔

حاضرین میں سے کسی ایک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک پر انکار نہیں کیا۔ گویا ذوات سے توسل کرنے کے جائز ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا اجماع ہو گیا۔

دلیل نمبر 3:

علامہ محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نے اپنے رسالہ ”الدر النضيد في كلمة اخلاص التوحيد“ میں تصریح کی ہے:

و ثبت التوسل بغيره بعد موته باجماع الصحابة اجماعاً سكو تياً. (ص 20)

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے غیر کا توسل کرنا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

اقوال سلف اور مسئلہ توسل:

حضرات سلف صالحین مسئلہ توسل میں جواز کے قائل چلے آ رہے ہیں، ذیل میں ہم بعض حضرات کا کلام نقل کریں گے تاکہ معاندین و منکرین پر حجت پوری ہو جائے۔

خليفة رابع حضرت علي كرم الله وجهه (م 40ھ)

عن أنس قال: "جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم وشكا إليه قلة المطر وجدؤوبة السنة فقال: يا رسول الله لقد

أتيناك وما لنا بغير زَيْطٍ ولا صَبِي يَصْطَبُحُ، "فمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يده يدعو فمأ رديده إلى نحره حتى استوت السماء بأرواقها وجاء أهل البطح يَصْبُحُونَ يا رسول الله الطرق، فقال: حوالينا ولا علينا، فأنجلى السحاب حتى أهدق بالمدينة كالإكليل فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجزه وقال: "لله در أبي طالب لو كان حيا لقرت عيناه، من يندشنا قوله،" فقام علي بن أبي طالب فقال: يا رسول الله لعلك أردت قوله:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ **** *ثَمَّالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

(کنز العمال: ج 8 ص 204 باب صلاة الاستسقاء رقم الحدیث 23544)

کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بارش کی قلت اور خشک سالی کی شکایت کی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی جانور نہیں رہا اور نہ کوئی آواز نکالنے والا بچہ رہا تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے نہیں فرمائے تھے کہ بادل برسنا اور کھل کر برسنا۔ تو جن لوگوں کے گھر پانی میں ڈوب رہے تھے وہ آئے اور چیخ و پکار کرنے لگے اور عرض کی: یا رسول اللہ! آمد و رفت کے راستے ختم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نہ برسنا قریب والوں پر برسنا تو بادل کھلا اور مدینہ کو اس طرح گھیر لیا جس طرح بہت کھانے والا (کھانے کو گھیر لیتا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور آپ نے فرمایا: ابوطالب کے کیا کہنے! اگر وہ آج زندہ دہتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، ہمیں ابوطالب کا شعر کون پڑھ کر سنائے گا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد ان کا یہ شعر ہے:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ **** *ثَمَّالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: آپ سفید (گندم گوں) ہیں، آپ کے چہرہ کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، آپ یتیموں کے فریادرس ہیں، آپ بیواؤں کے نگہبان ہیں۔ اسے سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میری مراد یہی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م 58ھ)

عن ابی الجوزاء اوس بن عبد الله قال قحط اهل المدينة قحطاً شديداً فشكلوا الى عائشة فقالت: انظروا الى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كَوًّا الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقوف قال: ففعلوا فمطرنا مطراً حتى نبعث العُشب وسمنت الابل حتى تفتقت من الشحم فسقى عام الفتق.

(سنن الدارمی: ج 1 ص 56 باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ، رقم الحدیث 92)

ترجمہ: حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف دیکھو (یعنی آپ کی قبر پر جاؤ)، پھر آسمان کی طرف ایک روشندان بناؤ کہ آپ کے اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، تب بارش سے سیراب ہوئے حتیٰ کہ سبز گھاس اگی، اونٹ اتنے موٹے ہوئے کہ گویا چربی سے پھٹے جا رہے ہوں۔ تو اس سال کو تنگی والا سال قرار دیا گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ)

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة وادعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك و

وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؛ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله. قال الله تعالى: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية

(الشفاء تعريف حقوق المصطفى: ج 2 ص 26 الباب الثالث في تعظيم امره ووجوب توقيره)

ترجمہ: میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ [م 204ھ]

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ:

انى لأتبرك بأبي حنيفة وأجىء إلى قبره في كل يوم يعني زائراً فإذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت إلى قبره

وسألت الله تعالى الحاجة عنده فما تبعه عنى حتى تقضى (تاریخ بغداد للخطیب: ج 1 ص 101 باب ما ذکر فی مقابر بغداد الخ)

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت جلد میری دعا پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ”النجرات الحسان“ میں تحریر فرماتے ہیں: واضح رہے کہ علماء اور اہل حاجات ہمیشہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کرتے اور اپنی حاجات براری میں ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ ان علماء میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

(النجرات الحسان: ص 129)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات اہل بیت نبوی سے توسل کرتے ہوئے یہ شعر فرمایا ہے، جسے علامہ ابن حجر الہیثمی نے نقل کیا ہے: شعر

أل النبي ذريتي وهم، اليه وسيلتي *** ارجو بهم اعطى غدا بيدي اليمين صحيفتي

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کی جانب میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان ہستیوں کے وسیلے سے کل (قیامت) کے دن اللہ تعالیٰ میرا صحیفہ مجھے دہنے ہاتھ میں دے گا۔ (الصواعق المحرقة: ج 2 ص 524)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ)

علامہ یوسف بن اسماعیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ کو وسیلہ بنایا تو ان کے بیٹے عبد اللہ کو تعجب ہوا، اس پر امام احمد بن حنبل نے فرمایا: امام شافعی رحمہ اللہ لوگوں کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کی مانند ہیں۔

(شواہد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق: ص 166)

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م 279ھ)

آپ رحمہ اللہ نے ذواتِ مسلمین سے توسل کو جائز رکھا ہے۔ چنانچہ جامع الترمذی کے ابواب الجہاد میں سے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

باب ما جاء في الاستفتاح بصعاليك المسلمين. (جامع الترمذی: ج 1 ص 299 کتاب الجہاد)

کہ یہ فقراءِ مسلمین کے وسیلے سے مدد طلب کرنے کے بارے میں آئی ہوئی روایات کا باب ہے۔

پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول أبغونی ضعفاء کم فإئماً ترزقون وتنصرون بضعفائکم

ترجمہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: مجھے اپنے ضعفاء میں ڈھونڈو کہ تم لوگوں کو اپنے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور مدد کی جاتی ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م 505]

آپ نے احیاء علوم الدین کے ”مدینہ منورہ کی زیارت اور اس کے آداب“ کے باب میں فرمایا کہ زائر جب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے تو دیگر دعاؤں کے ساتھ یہ کلمات بھی کہے:

اللهم إنا قد سمعنا قولك وأطعنا أمرك وقصدنا نبیک متشفعين به إليك في ذنوبنا

(احیاء علوم الدین: ج 1 ص 308)

ترجمہ۔ اے اللہ! ہم نے آپ کا فرمان سنا اور آپ کے حکم کو مانا اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت طلب کرتے ہوئے آپ کا قصد کیا۔

امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 676ھ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ويستحب إذا كان فيهم رجل مشهور بالصلاح أن يستسقوا به فيقولوا: "اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان". رويناه في "صحيح البخاري" أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب... وجاء الاستسقاء بأهل الصلاح عن معاوية وغيره.

(کتاب الاذکار للنووی: ص 218 باب الاذکار فی الاستسقاء)

ترجمہ: یہ مستحب ہے کہ جب لوگوں میں کوئی آدمی پاکیزگی اور تقویٰ کے لحاظ سے مشہور ہو تو اس کے وسیلہ سے استسقاء کریں اور یوں کہیں:

اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان

کہ اے اللہ! ہم تیری جانب تیرے بندہ فلاں کے وسیلہ سے استسقاء کرتے ہیں اور ان کی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں۔

جیسا کہ صحیح البخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء فرمایا اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اہل خیر و پاکیزہ لوگوں کے وسیلہ سے استسقاء کرنا بھی آیا ہے۔

امام کمال الدین بن الہمام الخنفي رحمۃ اللہ علیہ (م 861ھ)

آپ رحمہ اللہ ”باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں فرماتے ہیں:

ثم يسأل النبي صلي الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلماً عن ملتك وسنتك..... ثم ينصرف متباً كياً متحسراً على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها

(فتح القدير: ج 3 ص 169 و ص 174 كتاب الحج، المقصد الثالث في زيارة قبر النبي)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا

ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م 923ھ]

علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ نے ”المواہب اللدنیۃ“ میں لکھا ہے کہ:

وينبغي للزائر ان يكثر من الدعاء والتضرع والاشتغاثة والتشفع والتوسل به صلى الله عليه وسلم

(المواہب اللدنیۃ: ج 3 ص 417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعائے، گڑ گڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1176ھ)

اپنی مشہور زمانہ کتاب ”حجتہ اللہ البالغہ“ میں فرماتے ہیں:

ومن ادب الدعاء تقديم الشناء على الله والتوسل نبی الله لیستجاب

(حجتہ اللہ البالغہ ج 2 ص 6)

ترجمہ: اور دُعائے مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے تاکہ دُعائے قبولیت کا شرف ہو۔

المہند علی المفند کا حوالہ:

علماء دیوبند کی اجماعی و منفقہ دستاویز ”المہند علی المفند“ میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا منفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

السؤال الثالث والرابع: هل للرجل ان يتوسل في دعواته بالنبي صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا؟ يجوز التوسل

عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصدقيين والشهداء واولياء رب العالمين ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصدقيين في

حياتهم وبعدهم بان يقول في دعائه اللهم اني اتوسل اليك بفلان ان تحيب دعوتي وتقضي حاجتي الى غير ذلك

(المہند علی المفند: ص 36، 37)

ترجمہ:

تیسرا اور چوتھا سوال:

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

تنبیہ:

”المہند علی المفند“ کی اس دور کے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ و دیگر عرب ممالک کے علماء کے ساتھ ساتھ اکابرین دیوبند مثلاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود

حسن، مولانا مفتی عزیز الرحمن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری، مولانا محمد احمد قاسمی بن حضرت نانوتوی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عاشق الہی میرٹھی اور مولانا محمد نجی سہارنپوری وغیرہ نے تائید و تصدیق فرمائی تھی۔ گویا جوازِ توسل پر ان تمام حضرات اکابر و مشائخ کا اجماع و اتفاق ہے۔ واللہ الحمد

مسئلہ توسل اور غیر مقلدین:

غیر مقلدین حضرات میں سے بعض حضرات نے مسئلہ توسل کا انکار کیا ہے اور بعض اس کو ثابت مانتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے کچھ علماء کا ذکر کرتے ہیں جو توسل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ)

غیر مقلدین کے پیشوا قاضی محمد بن علی شوکانی نے اپنی کتاب ”تحفۃ الذاکرین“ میں لکھتے ہیں:

ويتوسل إلى الله سبحانه بالأنبياءه والصالحين أقول ومن التوسل بالأنبياء ما أخرجه الترمذی ... من حديث عثمان بن حنيف رضى الله عنه ... وأما التوسل بالصالحين فمنه ما ثبت في الصحيح أن الصحابة استسقوا بالعباس رضى الله عنه عم رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(تحفۃ الذاکرین: ص 56)

ترجمہ: اللہ کی جانب اس کے انبیاء اور صالحین سے توسل کیا جائے گا، انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنے کے باب سے وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے۔۔۔ صالحین سے توسل کرنے کے باب سے صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء کیا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث کہ ”ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بار بار جاتا تھا الخ“ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفي الحديث دليل على جواز التوسل برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الله عز وجل

(تحفۃ الذاکرین: ص 208)

ترجمہ: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کی جانب توسل کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ علامہ شوکانی نے اپنے رسالہ ”الدر المنضید“ میں یہ بھی کہا ہے:

ان التوسل به صلى الله عليه وسلم يكون في حياته، وبعد موته، وفي حضرته، ومغيبه

(الدر المنضید: ص 19، ص 20)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل آپ کی حیات میں بھی ہوتا ہے، موت کے بعد بھی، آپ کے سامنے بھی، آپ کے پیچھے بھی۔ اس عبارت کو عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے ”تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی“ (ج 4 ص 282) میں بھی نقل کیا ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد [م 1338ھ]

علامہ وحید الزمان اپنی کتاب ”ہدیۃ المہدی“ میں لکھتے ہیں:

وقال الشوكاني من اصحابنا: لا وجه لتخصيص جواز التوسل بالنبى كما زعمه الشيخ عز الدين بن عبد السلام والتوسل الى الله تعالى باهل الفضل والعلم هو في الحقيقة توسل باعمالهم الصالحة ومزاياهم الفاضلة، وقال في مقام آخر: لا بأس بالتوسل بنبي من الانبياء او ولي من الاولياء او عالم من العلماء والذي جاء الى القبر زائرا ودعا الله وحده وتوسل

بذلك الميت كان يقول: اللهم اني اسالك ان تشفيني من كذا واتوسل اليك بهذا العبد الصالح، فهذا لا ترد في جواز انتهي مختصراً

(ہدیۃ المہدی: ص 48، 49)

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے قاضی شوکانی نے کہا ہے کہ ”توسل کے جواز کو نبی (علیہ السلام) کے ساتھ خاص قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ عز الدین بن عبد السلام نے گمان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب اہل فضل اور اہل علم کے ذریعے توسل کرنا درحقیقت ان کے اعمال صالحہ اور ان کے اوصاف فاضلہ سے توسل کرنا ہے۔“ قاضی شوکانی ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ ”انبیاء میں سے کسی نبی سے، اولیاء میں سے کسی ولی سے یا علماء میں سے کسی عالم سے توسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو بندہ قبر کے پاس آیا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس قبر والے سے اس طرح توسل کیا کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ فلاں مرض سے مجھے شفاء بخش اور اہل صالح بندہ سے تیری جانب توسل کرتا ہوں، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے“ انتہی مختصراً۔

منکرین توسل کے شبہات جائزہ

شبه نمبر 1:

قرآن کریم میں ہے کہ مشرکین خدا کو چھوڑ کر دیگر چیزوں کی عبادت کرنے کی وجہ یہ بتاتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ

(سورۃ الزمر: 3)

ترجمہ: ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

کافروں کا بھی یہی وطیرہ تھا اور متوسلین بالذات بھی بزرگوں کا توسل اسی لیے لیتے ہیں کہ اس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کریں، تو

پھر ان میں اور ان میں کیا فرق رہا؟

جواب:

اس آیت کریمہ میں ”نَعْبُدُهُمْ“ کی تصریح ہے اور غیر اللہ کی عبادت اور ان کو مصائب و حاجات میں براہ راست بلانے کا تذکرہ ہے جو

شرکیہ عقائد کو متضمن ہے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے کام جو ان کے اختیار میں ہیں وہ خود کریں گے اور بڑے کام جو ان کے اختیار میں نہیں تو اس کے لیے ہمارے سفارشی بنیں گے اور وسیلے میں یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وسیلہ میں مشکل کشا، عالم الغیب، متصرف الامور اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کو قبولیت دعا میں محض واسطہ سمجھا جاتا ہے۔ وسیلہ کی حقیقت کو سمجھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے وسیلہ اور مشرکین کے طرز عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ارشاد: توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے المرء مع من احب میں، پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور اولیاء اللہ کا موجب رحمت و ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ متحائین فی اللہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج 21 ص 48)

لہذا اس میں اور مشرکین کے طرز عمل میں بہت بڑا فرق ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا کم علمی ہے۔

شعبہ نمبر 2:

اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کے ذمہ کسی کا حق نہیں جیسا کہ مرثاۃ میں ہے ”ولا یجب علی اللہ شیء خلافاً للمعتزلة“

(مرثاۃ ج 1 ص 237 کتاب الایمان)

لہذا ”بحق فلاں“ کہنا کیسے درست ہو گا!؟

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ویکرة ان یقول فی دعائه بحق فلاں او بحق انبیاءک اور سلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق

(ہدایہ: ج 4 ص 211)

جب کہ متوسلین ”بحق فلاں“ کے ذریعے توسل کے قائل ہیں

جواب:

جس طرح لفظ ”حق“ وجوبی معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح ”تفضلی واستحسانی“ طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً:

1: قرآن مجید میں ہے: ”ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّ الْمُؤْمِنِينَ“ (سورۃ یونس: 103)

ترجمہ: پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

2: ایک دوسرے مقام پر ہے: ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ“ (سورۃ الروم: 47)

ترجمہ: اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

3: حدیث مبارک میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال حين يمسي رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً كان حقاً على الله

أن يرضيه

(جامع الترمذی: ابواب الدعوات - باب الدعاء إذا أصبح واذأ أمس)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شام کے وقت یہ دعا پڑھے: ”رضیت باللہ رباً وبالإسلام دیناً وبمحمد نبياً“ تو اللہ کے ذمہ ہے کہ اسے (قیامت کے دن) راضی کرے۔

ہمارا اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ کوئی چیز اللہ پر واجب نہیں۔ اس لیے ہم وسیلہ میں ”حق“ کو تفضلی معنی استعمال کرتے ہیں نہ کہ وجوب کے معنی میں۔ فقہاء کرام نے بھی جہاں اس دعاء وسیلہ کو مکروہ لکھا ہے جس میں ”حق“ بمعنی وجوبی ہے جس کی طرف ”لاحق للمخلوق علی الخالق“ سے اشارہ ملتا ہے۔

لہذا اللہ پر حق وجوبی کا عقیدہ رکھتے ہوئے دعا میں بحق فلاں کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے اور حق سے مراد غیر وجوبی یعنی تفضلی واستحسانی

کے ساتھ دعا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

شعبہ نمبر 3:

اللہ کا دربار ہر وقت کھلا ہے۔ اللہ خود فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ [سورۃ البقرہ: 186] لیکن قائلین توسل براہ راست خدا سے عرض و معروض کرنے کی بجائے ان بزرگوں کے واسطوں اور

وسیلوں کے قائل بنتے ہیں۔

جواب نمبر 1:

یہ سوال اس وقت ہو سکتا ہے جب غیر اللہ سے مانگا جائے اور وسیلہ میں غیر اللہ سے نہیں مانگا جاتا بلکہ انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے خدا مانگا جاتا ہے کیونکہ اس طرح دعا کی قبولیت میں اثر ہوتا ہے کہ وہ دعا جو وسیلہ سے مانگی جائے جلد قبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر 2:

ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ توسل بالذات کے بغیر دعا قبول ہی نہیں ہوتی بلکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ توسل کو دعا کے قبول ہونے میں دخل ہے، جیسے زمان، مکان اور افراد کے بدلنے سے قبولیت دعا کی سرعت میں فرق آنا ظاہر ہے۔ مثلاً

☆ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ.

(جامع الترمذی ج 2 ص 187 باب بلا ترجمہ ابواب الدعوات، السنن الکبریٰ للنسائی ج 6 ص 32 ما يستحب من الدعاء دبر الصلوات المكتوبات)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

☆ بیت اللہ میں دعا کرنا اجابت کے زیادہ قریب ہے بنسبت عام مسجد اور اپنے گھر میں دعا کرنے سے۔

☆ بنی اور ولی دعا کرے تو اس کی قبولیت بنسبت عام آدمی کے زیادہ ہے۔

جواب نمبر 3:

اگر توسل بالذات شرک ہے، جائز نہیں کیونکہ اللہ کا دربار ہر وقت کھلا رہتا ہے کسی کے واسطے کی ضرورت نہیں تو پھر ہم قائلین توسل بالدعاء والاعمال سے پوچھتے ہیں کہ اس دلیل کی بناء پر توسل بالاعمال بھی ٹھیک نہ ہونا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کے دربار میں واسطہ جائز نہیں تو پھر اعمال پیش کرنے کی ضرورت کیا ہے؟! لہذا جس توسل بالاعمال جائز ہے اسی طرح توسل بالذات بھی جائز ہے۔